سورۃ حجرات

مفسر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ (مرحوم)
ترتیب و تدوین ڈاکٹر بخت بلند

ادارہ معارف القرآن و حدیث
شمسی روڈ نزد احسان میڈیکل سنٹر
مردان

www.maearifulquran.org
drbiland@hotmail.com
drbilan2@yahoo.com
+92 300 9300626

عرض ناشر

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ (مرحوم) مردان میں درس بابا جی کے نام سے مشہور تھے ۔ آپ ؒ نے قرآن کی سادہ فہم تفسیر مردان کے عوام کے لئے اپنی آخری عمر تک جاری رکھی ۔ اس کی ریکارڈنگ اس وقت کی گئی تھی۔ جب میں1988 میں میڈیکل کالج کے فرسٹ پروفیشنل امتحان سے فارغ ہواتو میں نے اس درس (جو کہ پشتو زبان میں تھا) کا ترجمہ اردو میں کیا اور مولانا صاحب کو پیش کیا ۔ فوراً مجھ سے پوچھا کہ تم نے پورے قرآن میں سورہ حجرات کا انتخاب کیوں کیا ۔میں نے کہا کہ یہ ہمارے میڈیکل کالج کے کورس میں شامل ہے ۔ وہ بہت زیادہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو یہ آزادی کی نعمت ہے آج اگر پاکستان آزاد نہ ہوتا تو کوئی تصور کر سکتا تھا کہ میڈیکل کالج کے کورس میں قرآنِ پاک کو شامل کیا جائے گا۔

یہ درس عوام کیلئے سادہ فہم الفاظ میں بیا ن کیا گیا ہے ۔ چونکہ یہ پشتو ریکارڈنگ سے ترجمہ ہوا ہے لہٰذا اس میں انداز تخاطب زیادہ ہے ۔ اس سورہ مبارکہ میں مجلس کے آداب ، افواہوں اور سنی سنائی باتوں پر تحقیق ،جنگ و جدل کی صورت میں مسلمانوں کے دو گرہوں کے درمیان صلح ، اچھے اخلاق ،مثلاً خوش خلقی رواداری اور ایک دوسرے کی تکریم ۔ تمسخر ، الزام تراشی، طعنہ زنی ، برے القاب ،جاسوسی ، بدگمانی ، غیبت وغیرہ سے اجتناب ، تقویٰ اور ایمان و ہدایت کی نعمت کا ذکر کیا گیا ہے ۔

چونکہ یہ ترجمہ پشتو ریکارڈنگ سے اردو میں تبدیل کیا گیا ہے جو تشنگی یا نقص ہو اسے بلا تردد مرتب کی طرف منسوب کیا جائے اور صاحب افادات مفسر کی شخصیت اس سے مبرا ہو گی۔ اگر کوئی اہل علم اس میں مزید سہل طریقے سے لوگوں کی افادیت کے لیئے رائے دینا چاہے تو احقر پر احسان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ صاحب تفسیر اور مرتب کردہ دونوں کو ان کی نیت پر اجر عظیم دے ۔ آمین

طالب دعا

ڈاکٹر بخت بلند

شعبان ۱۴۳۹ھ بمطابق اپریل 2018

وجہ تسمیہ : حجرات حجرہ کی جمع ہے ۔ جس کے معنی مکان کے ہیں ۔ اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ اگر حضور ﷺ کسی وقت گھریلو ضروریات میں مصروف ہوں ۔ تو باہر سے آوازیں نہیں دینی چاہئیں ۔ جب تک حضور ﷺ باہر خود تشریف نہ لے آئیں ۔ اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے ۔ کیونکہ شان نبوی ﷺ کا تقاضہ یہی ہے ۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورہ حجرات رکھا گیا ۔

موضو ع : اسلامی معاشرے میں وہ اخلاق آداب اور طریقے جو ایک مومن کیلئے ضروی ہیں ۔ اس سورہ کا پہلا مخاطب مومن ہے۔ کیونکہ یہاں پر (یا ایھالذین امنوا) کہا گیا ہے ۔ لہٰذ اس سورہ کا تعلق ہے ایمان والوں کے ساتھ ۔

اس لئے اس سورہ میں مندرجہ زیل مو ضوعات پر بحث کی گئی ہے ۔

(1) مجلس کے آداب ۔ (2) افواہوں اور سنی سنائی ہوئی باتوں کی تحقیق ۔

(3) جنگ وجدل کی صورت میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح

(4) اچھے اخلاق مثلاً خوش خلقی ، رواداری اور ایک دوسرے کی عزت و تکریم ۔

(5) تقویٰ۔ (6) ایمان و ہدایت کی نعمت ۔

مجموعی طور پر اس سورہ مبارکہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کے بہترین اصول بتائے گئے ہیں جس سے انفرادی اوراجتماعی خرابیوں کا قلع قمع کر کے ایک صاف ستھرے ، پر امن اور خوشحال معاشرے کو وجود میں لا یا جا سکتا ہے ۔

ربط: سورہ محمدؐ میں تمام کے تمام فوجی مسائل بیان کئے گئے ۔ سورہ فتح میں فوجی ، سیاسی اور مسلمانوں کے لئے کامیابی کے تمام گرُ بیان کئے گئے ۔ جب مسلمانوں کو دفاع کا طریقہ سکھایا گیا اور انہیں غلبہ حاصل کرنے کا گرُ بتایا گیا ۔ تو مسلمانوں کی ایک جماعت تشکیل پاگئی۔ لہٰذا ان کو اب اخلاقی اقدار سکھانے کے لئے یہ سورہ نازل ہوئی۔

یہ سورت سورہ محمد ؐ اور سورہ فتح کا نچوڑ ہے ۔اسلام میں جنگ ہمیشہ اس لئے کی جاتی ہے کہ اچھا معاشرہ تشکیل پاسکے ۔ پاکستان کے حصول کی کوشش بھی تو آ پ ایک اچھے معاشرے کے قیام کیلئے کر رہے تھے ۔ جو دفاع ہم کر رہے تھے ۔ تو اس کا ذکر سورہ محمد ؐ میں کیا گیا ۔ دفاع اس لئے ہی کیا جا رہا تھا کہ یہاں پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل ہو سکے۔ ان اسلامی اصولوں کو کیسے اپنایا جا سکے ۔ اس سورت میں اس کا ذکر کیا گیا ہے ۔ اصل خلاصہ سورت کا یہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں ایک مومن کے لیئے کونسے اخلاق ، عادات اور طریقے ہونے چاہئیں ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴿۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول سے سبقت مت کیا کرو۔ اور ڈرو اللہ کی ناراضگی سے بچاؤ اپنے آ پ کو اللہ کی نافرمانی سے بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے ۔

تشریح : اس آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے ۔ اور فرمایا گیا ہے ۔ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے سبقت مت کیا کرو ۔ جیسا کہ کوئی بچہ کسی مجلس میں بول پڑتا ہے ۔

یہاں پر جسمانی سبقت مراد نہیں ہے آپ کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ جب کبھی تشریف لے جا رہے ہوتے ۔ تو کچھ صحابہؓ آپؐ سے آگے ہوتے اور کچھ پیچھے ہوتے ۔ یہاں مراد سبقت قولی ہے یعنی بات کرنے میں آگے نہ بڑھیں ۔ جب اسلامی معاشرہ ہو، اسلامی مجلس ہو۔ تو اس وقت صدر مجلس کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ جو کہ مسلمانو ں کو بتا دیئے گئے کہ پہلے صدر مجلس کی بات سنی جائے اور مجلس میں شور و غل نہ ہو ۔ جب مجلس ہو گی تو آداب مجلس ضرور ہوں گے ۔ اسلامی معاشرے میں مجلس کا بہترین نمونہ مسجد ہے ۔ مگر آج کل آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسجد میں کتنا شور و غل ہوتا ہے ۔ اسی لئے تو فرمایا گیا کہ (اضا عو الصلوٰۃ) جب اسلامی معاشرہ ہو گا ۔ توصدر مجلس یعنی خطیب یا امام مسجد ضرو ر ہو گا۔ وہ لوگوں کو احکامات خداونددی کی تعلیم دے گا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مسجد میں باتیں کر رہا ہو اور کوئی نماز پڑھ رہا ہو۔ تو اس سے نمازیوں کی نماز میں ضرور خلل آئے گا ۔ فرمایا گیا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی بات سے آگے مت بڑھو۔ اللہ کو تو تم نہیں دیکھ سکتے مطلب پیغمبر ﷺ کی بات ہے ۔

اب جب کوئی بات کرتے وقت کہتا ہے کہ یہ بات ایسی ہے ۔ یہ بات اس طرح کہنی چاہیے یا اپنی طرف سے کوئی اور توجیح کرنی چاہئیے توا س آیت میں ان تمام کی نفی کی گئی ہے ۔ لہٰذا فرما یا گیا کہ جب تک تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم معلوم نہ ہو ۔ تو اس وقت تک کوئی بات نہ کرو ۔ ورنہ تمہیں نقصان ہو گا ۔ اس وقت تو حضور ﷺ کی مجلس تھی ۔ آج کلام خداوندی اور احادیث رسول اللہ ﷺ موجودہیں ۔ جب یہ تمام چیزیں موجود ہیں تو اپنی طرف سے تم کیوں بول پڑتے ہو ۔ اپنے آپ سے کہنا حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے سبقت کرنے کے مترادف ہے ۔ یہ ایک بہت ہی خوبصورت گرُ ہے ۔ جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تو تحقیق کے ساتھ قرآن و حدیث سے کیا کریں ۔ یہ نہ کہ فلاں صاحب یوں فرما رہے تھے ۔ یا کوئی اسی طرح کہہ رہا تھا ۔ یہ سب غلط ہے ۔ اس لئے کوئی بات کرتے وقت فوراً کہا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ۔ اسی طرح فرمایا گیا ہے اور میں آپ تک پہنچا رہا ہوں یا یہ بات جو میں کر رہا ہوں یہ حضور ﷺ کی حدیث ہے اور میں آپ لوگوں تک پہنچا رہا ہو ں جو میں نے قرآ ن کریم یا حدیث کی فلاں کتاب میں پڑھا ہے ۔

اگر اس نقطہ پر غور کریں گے تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے ۔ شان نزول کے لحاظ سے تو یہ ٹھیک ہے کہ حضور ﷺ مجلس میں بیٹھے تھے ۔ صحابہ کرامؓ نے سبقت کی لیکن آج ہم لوگوں کو یہی سبق دیا جارہا ہے ۔ جب بھی کوئی بات کریں تو حضور ﷺ کے احکامات اور قرآنی تعلیمات کو پیش نظر رکھ لیا کریں۔ اپنی طرف سے بات مت کریں ۔ اس پر حضور ﷺ نے خود بھی عمل کیا ہے ۔ اگر کوئی پوچھتا اور قرآن مجید میں وہ حکم موجود ہوتا تو آپؐ فرمادیتے۔ اگر قرآن میں موجود نہ ہوتا اور گزشتہ مذاہب

میں ٹھیک ٹھاک موجود ہوتا تو بھی آپﷺ فرما دیتے۔ اگر نہ ہوتا تو حضور ﷺ خاموش ہو جاتے اور جواب نہ دیتے جب وحی آجاتی تو پوچھ لیتے کہ فلاں صحابی ؓ کہاں ہے ۔ کہ یہ حکم اب نازل ہو اہے ۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو جب تک حضور ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات خداوندی کا علم نہ ہو تو اس وقت تک خاموشی اختیار کیا کریں ۔ا ور اپنی طرف سے آگے نہ بڑھیں۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے ۔ اب اگر اس طرح نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے۔ اس لیے فرمایا گیا کہ (واتقواللہ) یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو ۔ تم بندے ہو ۔ اپنے آپ سے کیوں بات بنا رہے ہو اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا تو تم کو عذاب دے گا ۔تمہارا اگر یہ خیال ہے کہ میں بات کروں گا اور اللہ تعالیٰ نہیں سنے گا تو یہ غلط ہے ۔ جب کلام خداوندی کی تعلیم دی جارہی ہو تو اس وقت تم لوگ آپس میں کیوں باتیں کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا علیم ہے ۔یہ ایک اہم رکن بیان فرمایا گیا ۔ جب مجلس ہو تو اس کے آداب ضروری ہیں ۔ جب مجلس میں بات کرتے ہیں تو اس پر ضرور دلیل لایا کریں۔ اپنے آپ سے مت کہا کریں کہ فلاں نے یو ں کہا اور فلاں نے یوں کہا اسی سے دنیا میں فتنے برپا ہوئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْـتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو۔ بلند مت کرو اپنی آوازکو پیغمبر ؐ کی آواز سے اور ایسے کھل کر نہ بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولتے ہو (اور اگر اس طرح کرو گے) تو ضائع ہو جائیں گے اعمال تمہارے اور تمہیں خبر تک نہ ہو گی ۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اب دوسرا حکم بیان کیا جارہا ہے ۔ فرمایا اے ایمان والو ! بلند مت کرو اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے ۔ جب نبی ﷺ بات کررہے ہوں تو اس وقت باتیں مت کرو جب تک حضور ﷺ کی آواز مدہم نہ ہو جائے ۔ پھر اپنا مدّعا بیان کرو ۔ آداب کے ساتھ اور شائستگی کے ساتھ اور اس طرح کہ نبی ﷺ کی آواز سے تمہاری آواز بلند نہ ہونے پائے اسی طرح جب مجلس میں بیٹھے ہو تو دوسروں کو بھی بلند آواز سے نہ پکارو ۔ کہ اے فلاں ، اے فلاں لہٰذا نبی ﷺ کی مجلس میں اپنی آواز کو کبھی بلند نہ کیا کرو اور ایسے لہجے میں بات کرو جس طرح تم حاکمان وقت کے سامنے کرتے ہو۔ جہاں بھی کوئی مجلس ہو تو امیر مجلس کی اطاعت ضروری ہے ۔ ا ور ان کے سامنے مجلس میں آداب کو اسی طرح ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔ اب اسی مسئلے کے دوسرے پہلو پر روشنی ڈالی گئی کہ جب مجلس نبوی ﷺ میں حاضر ہو جاؤ تو اس انداز سے گفتگو نہ کیا کرو جیسا کہ تم لوگ آپس میں کرتے ہو ۔ آداب کا خاص خیال رکھو ۔ ایسا نہ کہو کہ اے فلاں ۔ بلکہ آداب سے کلام کا آغاز اس انداز سے کیا کرو ۔ کہ یا رسول اللہ ﷺ ، جناب حضور ﷺ ۔ القابات و آداب استعمال کرو نہ کہ چیخ چیخ کر بات کی ابتدا ء کرو ۔

عربو ں کا عام دستور تھا کہ بات جب شروع کرتے ، تو چیخ و پکار سے ابتدا ہوتی ۔ اسلام سے پہلے تو جاہلیت کا دور دورہ تھا لہٰذا یہ چیز عام تھی ۔

نتیجہ : اب اگر اس طرح باتیں (بے ادبی سے) کرو گے تو تمہیں تو پتہ نہیں ہو گا اور تمہار ا تو یہ خیال ہو گا ، کہ بس میں نے تو باتیں کیں ۔ا ور باتوں کے دوران تم نے اپنی آواز کو امیر مجلس (پیغمبرؐ) کی آواز سے بلند رکھا اور ان کی کوئی پرواہ نہ کی ۔ ان کے دماغ میں لطافت اور روحانیت غالب ہے ۔ لہٰذا کلام کرخت سے ان کے دماغ کو تکلیف پہنچے گی ۔ اس لیئے تمہارے اسی جاہلانہ اظہار گفتگو سے تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے ۔ اب تم اس مجلس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔

اگر تم نے پیغمبر ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کیا تو ضائع ہو جائیں گے تمہار ے اعمال سارے ۔ دیکھیں کتنی بڑی بات بتائی گئی ہے ۔جب کوئی آدمی درس خطبہ یاکسی جلسہ میں جاتا ہے ۔ تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے ۔ کہ وہ اس سے کچھ حاصل کرے ۔ لیکن اس کی جاہلانہ گفتگو اس کے سارے اعمال پر پانی پھیر دیتی ہے ۔ اور اس کی تمام کوششیں رائیگا ں جاتی ہیں ۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۳﴾

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو حضور ﷺ کی آواز سے یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ نے مخصوص کئے ہیں تقویٰ کیلئے ، ان لوگوں کیلئے بخشش ہو گی ۔ (لغزشوں کی) اور اجر عظیم ہے ۔

تشریح : اس آیت میں جہلا کے بر عکس ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو حضور ﷺ کی آواز سے ۔ یعنی حضور ﷺ کی مجلس میں جب کوئی بات کرتے تھے تونرمی اور شائستگی کے ساتھ ۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔کہ یہ وہ لوگ ہیں ۔ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کےلئے منتخب کیا ہے ۔ متقی یہی ہیں ۔ جو مجلس میں بات شائستگی شرافت ، نرمی اور غور و فکر کے بعد کرتے ہیں ۔ اگر ان سے لغزشیں ہو بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرما دیں گے ۔ اور ان کو بہت بڑے اجر سے نوازا جائے گا ۔ کیونکہ انہوں نے آداب مجلس سیکھے اور امیر مجلس کے حقوق اور آداب سیکھے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو پکارتےہیں آپﷺ کو حجروں کے باہر سے ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ۔

تشریح : شان نزول کے اعتبار سے اس آیت کا ایک خاص پس منظر ہے ۔ یہ سورت نویں ہجری میں نازل ہوئی ۔ آٹھویں ہجری میں مکہ فتح ہوا تو تمام عرب قبیلے جو ق درجوق مسلمان ہو رہے تھے ۔ ایک تو زبانی کلمہ کہنا ہے اور دوسرا دین و اخلاق اور معاملات سیکھنے ہیں جو کسی نے نہیں سیکھے تھے ۔ لوگ وفود کی شکل میں آکر اور اسلام قبول کر رہے تھے ۔ حضور ﷺ سے مسائل پوچھتے تھے ۔ عرب میں تو دیہات کے لوگ(بدو) زیادہ تھے وہ سب آرہے تھے ۔ بنوتمیم کا ایک گروہ آیا اور اپنے پرانے طریقے اور عادات کے مطابق حضور ﷺ کو آوازیں دینے لگا کہ (اخرج یامحمد)۔اے محمد ﷺ باہر نکلیں ۔ یہ آوازیں وہ ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر سے لگاتے تھے۔ ان کا لہجہ مہذبانہ نہ تھا۔ آج بھی بدو لوگ ویسہ ہی لہجہ رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کوئی بری بات نہ تھی کیونکہ وہ اس طرح کیا کرتے تھے ۔ یہاں ا س پس منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تو ایک مثال بیان کی گئی ۔ آج بھی کوئی آئے اور باہر سے آوازیں دینا شروع کردے اور وقت کی پرواہ کئے بغیر استاد کو آوازیں دینا شروع کر دے تو کتنی تکلیف ان کو ملے گی؟

میری آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا ۔ بہت زیادہ تکلیف تھی ۔ صبح کے وقت نماز فجر کے بعد کسی نے گھنٹی بجائی ۔ میں وظیفہ کر رہا تھا ۔سردی کا موسم تھا ۔ آنکھوں میں تکلیف کے باوجود میں نچلی منزل پر آیا ۔ دیکھا تو میرا شاگرد تھا ۔اور صبح سویرے میرے لئے لونڈ خوڑ سے کچھ لایا تھا ۔ اب اس نے اپنے آپ کو کتنی تکلیف دی ۔ میں نے اس کو سمجھایا کہ یہ آپ نے کیا کیا ؟ لوگ اس طرح نہیں کرتے۔

بنوتمیم نے محمد ﷺ سےاسی طرح کیا کہ اے محمد ﷺ نکلو۔ یہ بے ادبی کے الفاظ تھے لہٰذا یہ حکم نازل ہو ا۔اور یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ لوگ جو اس طرح فعل کرتے ہیں وہ عقل سے کام نہیں لیتے ۔ جب کبھی کسی بزرگ کے ساتھ ملنا ہوتو اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ وقت ان کے آرام کا ہے یا نہیں ۔اس کی ملاقات کا ہے کہ نہیں ۔اور پھر جب ان کو آواز دیں تو مہذبانہ طریقےسے دیں۔ یہ سب مومنوں کے لئے ہے ۔

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰى تَخۡرُجَ اِلَيۡهِمۡ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵﴾

ترجمہ: اور اگر یہ صبر کرتے (بجائے پکارنے کے) یہاں تک کہ حضورؐ خود ان کے پا س باہر آجاتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا ۔بہر حال اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے ۔تم لوگوں کی یہ غلطی ، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا او ر رحم کرنے والا ہے ۔

تشریح : وہ لوگ جو حضور ﷺ کے ہاں آئے اور باہر سے آوازیں دینا شروع کیں اگر وہ صبر کرلیتے آوازیں نہ دیتے یہاں تک کے آپؐ خود باہر آجاتے تو اس سے تین فوائد حاصل ہو جاتے ۔
(1)ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔ (2)ملاقات ہو جاتی۔ (3)اور حضور ﷺ کو تکلیف نہ ملتی ۔

یہ آداب ہیں ۔ مومن کےاور ایک شاگرد کے۔ چونکہ یہ لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے شاگرد تو کچھ سیکھنے کیلئے ہی آتا ہے اس لئے اگر غلطی سے ان سے یہ فعل صادر ہوا تو کوئی بات نہیں ۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے وا لا ہے ۔ مگر آ ئیندہ کیلئے خیال رکھنا چاہیے ۔ اگر آ ئیندہ کے لیئے اصلاح کرلی تو اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌ ۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِيۡبُوۡا قَوۡمًا ۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِيۡنَ ﴿۶﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! اگرکوئی آدمی (فاسق) تمہارے پاس کوئی خبر لائے ۔(تو جلدی سے اس پر عمل نہ کرو) تم تحقیق کیا کرو ۔ ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھواو ر پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔

تشریح: معاشرے کے احکام بیان ہو رہے ہیں ۔ فی زمانہ سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ایک آدمی آتا ہے اور دوسرے سے کہتا ہے کہ فلاں تو تمہارے پیچھے باتیں کر رہا تھا ۔تمہاری موت کی تدابیر سوچ رہا تھا اور تم اسے درست سمجھ کر حملہ کر دو ۔یہ غلط ہے ۔آج کل کے تمام پروپیگنڈے اسی وجہ سے ہیں اگر تمہارے پاس کوئی آدمی آئے اور وہ علامات و اسباب سے فاسق و فاجر ہو اگر تم لوگوں نے اس کی بات پر عمل کیا تو تم فتنہ میں پڑ جاؤ گے ۔کیونکہ وہ فاسق اورفاجر تو جھوٹ بول رہا ہو گا ۔اور تم اس دوسرے آدمی سےانتقام لینا چاہو گے اور وہ بے گناہ ہو گا ۔ تو تم بذات خود نقصان میں مبتلا ہو جاؤ گے ۔

پس منظر : جب زکوٰۃ کا حکم آیا کہ زکوٰۃ دیا کرو تو ایک قبیلہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا ۔ حضور ﷺ نے ان کے ہاں ایک صحابیؓ بھیج دیا جو کہ فتح مکہ میں مسلمان ہوا تھا ۔زکوٰۃ کا یہ حکم نویں ہجری میں نافذ ہوا ۔ جب وہ صحابیؓ اس قبیلے کے پا س گیا ۔ تو وہ لوگ باہر نکل آئے ۔وہ یہ سمجھا کہ میرے قتل کیلئے نکلے ہیں حالانکہ وہ اس کے استقبال کیلئے نکلے تھے۔ صحابیؓ مغالطے میں پڑ کر واپس ہوئے اور حضور ﷺ کو رپورٹ کی کہ وہ

لوگ تو ذکوٰۃ دینے سےمنکر ہوئے۔ اور مجھے قتل کرنے کے لئے نکل آئےحضور ﷺ نے فرمایا ۔ کہ زکوٰۃ سے انکار پر ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔

بعض صحابہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی ۔ کہ حضور ﷺ اس کی تحقیق ہونی چاہیئے ۔ ابھی حضور ﷺ نے فیصلہ نہیں کیا تھا ۔ کہ اس دوران اس قبیلے کا سردار آیا ۔ اور عرض کی ۔ یارسول اللہ ! ہم نے تو انکار نہیں کیا ۔ ہمارے پاس کوئی آدمی آیا ہی نہیں ۔ اور نہ ہی ہم نے کسی کو دیکھا ہے ۔ جس صحابیؓ کو بھیجا گیا تھا ۔ وہ نیا نیا مسلمان ہو ا تھا ۔ اور اس پر اعتماد کر کے زکوٰۃ کے لئے عامل مقرر کیا گیا تھا ۔ اس کو مغالطہ ہوا ۔ یا جو کچھ بھی ہوا اس نے وہ بات پہنچا دی(کہ وہ فیصلہ ادائیگی ذکوٰۃ سے انکاری ہے) اگر اس طرح حضور ؐ کےحکم پر عمل ہو جاتا ۔ تو کیا بے گناہ لوگ قتل نہ ہو جاتے ؟ اسی لیے فرمایا کہ اے ایمان والو! جب کوئی تمہیں کوئی خبر پہنچا ئے تو فوراً اس پر عمل نہ کیا کرو بلکہ تحقیق کیا کرو ۔ معمولی بات کی تحقیق کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن اہم امور کی تحقیق ضروری ہے ۔اگر ایسانہ کیا گیا تو ہوسکتا ہے کہ کسی قوم کو تمہاری جہالت کی وجہ سے تکلیف پہنچ جائے ۔ جس طرح کہ یہاں جہاد کا ارادہ فرمایا گیا ۔ اس طرح ہونے سے کئی بے گناہ قتل ہو جاتے ۔ آج کے دور میں اپنے ارد گرد دیکھو ۔ سب سے زیادہ جنگ و جدل اور فتنے اسی کی بدولت ہیں فلاں نے یہ کیا فلاں نے وہ کیا ۔ سب پروپیگنڈے ہو رہے ہیں ۔ اور اس سے کتنے بڑے بڑے فتنے برپا ہو رہے ہیں ۔مسلمانو ں کی مجلسوں میں ایسی باتیں نہیں ہونی چاہئیں ۔ اگر کوئی مومن ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ تحقیق کرے ۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ ﴿۷﴾

ترجمہ : اور جا ن لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے ۔ اگر وہ تمہاری بہت سی باتوں کو مان لیں تو تم مشکلات میں پڑ جاؤ گے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کیا ہے ایمان تم کو اور مرغوب کیا اور مزئین کیا ایمان کو تمہارے دلوں میں۔ اور ناپسندیدہ کیا ہے تم کو کفر، فسق اور عصیان (نافرمانی)۔ یہی لوگ راہ راست پر ہیں ۔

تشریح : یہاں بھی وہی حکم دہرا یا گیا ۔کہ حضور ﷺ سے سبقت نہ لے جاؤ ۔ حضور ﷺ نے ابھی جہاد کا فیصلہ نہیں فرمایا تھا ۔ اور صحابہ کرامؓ اس پر اصرار کر رہے تھے ۔ پہلے حکم آیا کہ **لا تقد موبین یدی اللہ ورسولہ** رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے آگے مت بڑھو ۔ جب تک حضور ﷺ نے فیصلہ نہیں فرمایا تم لوگ کیوں اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہو ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ؐ موجود ہیں ۔ وہ تو منشاء خدا وندی دیکھیں گے ۔ تمہاری رائے اور خیالات مختلف ہوں گے ۔اگر رسول ﷺ مان لیں بہت سی باتوں

میں تمہاری تو تم لوگ مشکلات میں پڑ جاؤ گے ۔لوگوں کی ہزار ہا آراءہوتی ہیں ۔ جبکہ رہنما کی ایک رائے ہوتی ہے اور وہ بھی سوچ سمجھ فکر اور حکم خداوندی کے مطابق ۔ اسی لیے امیر مجلس کی رائے پر اپنی رائے کو فوقّیت مت دو ۔ اہم امور میں ا س کی رائے غورسے سنو۔ اگر تمہاری رائے مان لیں ۔ تو ایک کہے گا ۔ میری رائے نہیں مانی اور دوسرا کہے گا کہ میری رائے کیوں نہیں مانی گئی۔ اس سے اختلاف پیدا ہو گا ۔۔ اسی لئے اپنی رائے کو پس پشت ڈالو گے ۔اور رسول اللہ ﷺ ، نائب رسول ﷺ اور امیر مجلس کی رائے کو فوقیت دو ۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ ان کے حکم کے خلاف کوئی کام ہو جائے ۔ اس ذات نے تو محبوب کیا ہے تم لوگوں کیلئے ایمان کو اور زینت دی تمہارے دلوں میں ایمان کو ، اب زیادہ صحابہؓ خاموش تھے اور حکم خداوندی کے منتظر تھے ۔ان کو بتایا گیا کہ نبی ﷺ کے حکم کا انتظار کرو ۔ یہی ایمان ہے ۔یہی خدمت ۔ نبی ﷺ کی رائے اور حکم سے سبقت تو کفر ہے ۔ فسق ہے اور سخت گناہ ہے ۔

حضرت عمرؓ سیاست اسلامی میں بہت ماہر تھے ۔ انہوں نے فرمایا (لا اسلام الا باالطا عۃ) اسلام نہیں ہے بغیر اطاعت کے یعنی اسلام کے معنی اطاعت کے ہیں ۔ اگر اطاعت نہ ہو تو اسلام کیا ہے ۔اور کہاں سے آیا ۔ اور فرمایا ۔ لا طاعۃالاباالامیر اور اطاعت نہیں ہوتی بغیر امیر کے ۔ اگر امیر نہ ہو تو اطاعت کس کی ہو گی ۔ تو حضرت عمرؓ نے عام بات کی ہے کہ جس مجلس کا امیر نہ ہو گا اس کی اطاعت نہ ہو گی ۔ جہاں اطاعت نہ ہوگی وہاں اسلام نہ ہو گا ۔ اب دیکھیں ہم نے کبھی اس پر عمل کیا ہے ۔ یہ کبھی سوچا ہے کہ فلاں ہمارا رہنما ہے ۔ اور اس کے حکم کو مان لیں اور اپنی رائے اس پر نہ ٹھونسیں؟ ہم اس طرح نہیں کرتے اب فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنی رائے کو نبی کی رائے پر فوقیت نہیں دیتے تو یہ لوگ ہدایت یافتہ اور راشد ہیں ۔ مرشدآپ لوگ پیر کو کہتے ہیں جو فیض و ہدایت سے سیراب ہو اور مرید جو اس سے فیض یاب ہوتا ہے ۔ یہاں یہی حکم صادر ہو ا ۔ کہ وہ جو امیر کی رائے کو دیکھتا ہے اپنی رائے کو پیچھے سمجھتا ہے یہی کامیاب لوگ ہیں ۔

فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَنِعْمَةً ۗ وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾

ترجمہ : یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے ۔

تشریح : اور صرف یہ نہیں کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں ۔ بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اچھے اخلاق نعمت غیر مترقبہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتے ہیں فبمارحمت اللہ لنت لھم یہ نعمت اور رحمت خداوندی ہے ۔ کہ تم ان مومنین پر جو رحیم و کریم ہو اچھے اخلاق ،اعمال نعمت خداوندی ہیں بلکہ فضل ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے ولاہے ان سب احکامات کا جو وہ ذات تم لوگوں کو دےرہی ہے ۔ اس کا اسے علم ہے اور وہ ذات حکمت والی ہے ۔اس لئے تم اپنی رائے کو حضور ﷺ کی رائے پر سبقت کیوں دیتے ہو؟

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۗ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۹﴾۔

ترجمہ : اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کرنے لگیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ زیادتی کرے دوسرے پر تو تم لڑو ، اس کے ساتھ جو زیادتی کر رہا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ رجوع کرے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پس اگر وہ رجوع کرلے تو ان کے درمیان عدل اور انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔ ، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔

تشریح : مسلمانوں کے دو گروہوں کا آپس میں جھگڑا ہو ۔ دو برتن جب اکھٹے ہو جاتے ہیں ۔ تو ضرور ان میں ٹکر ہو جاتی ہے ۔لڑائی جھگڑا ہوتا ہے تو اس حالت میں کیا کرو گے۔ پہلے تو ا س کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ مومنین آپس میں لڑ پڑیں ۔ لیکن اگر بصورت دیگر ان میں لڑائی ہوبھی جائے خواہ یہ دو گرو ہ ہوں یا دو افراد ہوں محلہ میں ہوں بازار میں ہوں یا کسی اور جگہ میں یہ چھوٹے گروہ ہوں یا بڑے گروہ تو تمہاری یہ ڈیوٹی ہے کہ ان میں صلح کراؤ۔ دیکھو آج اگر مردان میں کبھی دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہوجائے تو لوگ کیا کرتے ہیں؟ کبھی صلح کی کوشش کی ہے ؟ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر خفگی یا جنگ و جدل یا کوئی پریشانی پیدا ہو جائے تو ہمارا فرض صلح کرانا ہے ۔ اب اگر ان دو آدمیوں یا دو گرہوں میں ایک دوسرے پر زیادتی یا بغاوت کر رہا ہو اور صلح سے گریز کر رہا ہو تو آپکی ڈیوٹی یہ ہے کہ آپ اس زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف لڑیں یہاں تک کے وہ بھی حکم خداوندی کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔

آپ اگر فیصلہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر کریں گے ۔ اب اگر وہ نہیں مانتے تو انہوں نے حکم خداوندی سے بغاوت کی ۔لہٰذا اس کی ذات کے خلاف دشمنی نہیں بلکہ حکم خداوندی پر عمل کرنا ہے اب اگر یہ گروہ بھی حکم ربانی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے تو آپکی ڈیوٹی یہ ہے کہ ان میں صلح کرادیں۔ صلح بھی عدل سے انصاف سے اور مساوات سے ۔اس کو پھر نہ دیکھیں کہ اس نے بغاوت کی تھی ۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔انصاف اچھی عادت ہے لہٰذا اس کو شعار بنائیں۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: بیشک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ ۔اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم پر رحمت کی جائے ۔

تشریح: یہ عام قانون ہے سارے عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے کہ تم مسلمان سب بھائی بھائی ہو تو جب یہ دو بھائی دو گروہ یا دو ممالک آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادیں ۔ اسی وجہ سے آج کل کے دور میں بھی کچھ نہ کچھ وہ اقدار باقی ہیں۔ کفار تو ظاہری طور پر متحد ہیں لیکن یہ اسی طرح دشمن ہیں دلوں میں "قلوبھم شتی" (تشتّت قلوب سے مراد یہ ہے کہ یہودو نصاریٰ ایسے لوگ ہیں جو دین کی عقل نہیں رکھتے یہ اپنے خیال کے تابع ہیں یہ مختلف نظریات و دنیاوی اغراض کیلئے اکھٹے ہو جاتے ہیں جو کہ وقت کے ساتھ تبدیل ہو سکتے ہیں اس لیے ان میں اختلاف قلوب لازم ہے ۔) تمہیں تو یہ متحد نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل جد ا جدا ہیں کیونکہ یہ تو سب دنیا پرست ہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری تو ان کی منشاء نہیں ۔ یہ تو سب ذاتی مفادات ہیں ان کے لیکن مسلمان اگر بہت زیادہ گناہگار بھی ہو جائیں تو پھر بھی آخر یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے ، آخرت ہے۔ اب بھی مسلمانوں میں بھائی چارے اور اخوت کا کچھ نہ کچھ جذبہ موجود ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ دوسری اقوام نے تعلیم کے ذریعے اپنی اصلاح کی ہے اور دنیاوی مفاد پر کاربندہیں ۔ پھر فرمایا والتقواللہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو اور ڈرو ۔ الخلق عیال اللہ مخلوق اللہ تعالیٰ کاکنبہ ہے ۔ تو تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو ۔ لعلکم ترحمون تو تم پر رحم کیا جائے گا۔ جہاں کہیں بھی مصیبت ہو تو مسلمانوں کے سرہے۔ بجلی گرے گی تو مسلمانو ں کے گھر پر۔ یہ سب تو غضب ہے ۔ اور جہاں کہیں دنیاوی نعمتیں ہیں وہ کافر کے لئے ہیں یہ سب اس لئے کے کافروں نے یہ تمام صفات مسلمانوں سے چھین لی ہیں ۔ قوم پرستی اور ملک پرستی ان کا شیوہ ہے ۔ اگرچہ کفر ہے لیکن وہ تو اسی خدا کو مانتے ہیں اور ہم حقیقی ذات اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں لیکن اس پر متحدو متفق نہیں ہوتے۔ کفار اللہ تعالیٰ ، آخرت اور قرآن کو نہیں مانتے ۔ ان کا رب ان کی قومّیت ہے۔ ان کے ذاتی مفاد اور ملکی مفاد ان کا رب ہے ۔ اور اسی اصول پر کام کرتے ہیں۔ لہٰذا کامیاب ہیں ۔

مسلمان حقیقی رب کو مانتے ہیں لیکن ان اصولوں پر کاربند نہیں ہیں ۔ اس پر متفق نہیں ہیں ۔ لہٰذا ذلیل و خوار ہیں ۔ ان پر رحمت کی بجائے غضب نازل ہو رہا ہے ۔

الثلثة يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کا تمسخر (ہنسی) نہ اڑائے ۔ شاید کہ وہ ان سے بہتر ہوں ۔اور نہ عورتوں کو دوسری عورتوں پر ہنسناچاہئیے ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں جن پر یہ ہنستی ہیں وہ ان سے بہتر ہوں ۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنے دواور نہ ایک دوسرے کےلئے برے القاب استعمال کرو ، بہت برا ہے نام فسق (گناہ) کا ایمان کے بعد اور جس نے بھی اس بد اخلاقی سے توبہ نہ کی یہی ظالم ہیں ۔

تشریح: سورت کا مضمون ہے ۔ اسلامی معاشرہ، آداب مجلس ۔ اگر ان احکام پر عمل کیا جائے ۔ تو جو معاشرہ تشکیل پائے گا وہ بہترین معاشرہ ہو گا۔ اس سے قبل بتایا گیا کہ تم میں سے اگر دو آدمی یا دو گروہ آپس میں جھگڑا یا برائی کریں تو تم ان کے درمیان صلح کرایا کرو ۔ اس کے بعد اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ جنگ کے اسباب کیوں کر پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہاں ان کی جڑوں کو اکھاڑا جا رہا ہے تاکہ آئندہ کیلئے جنگ و جدل کے پیدا ہونے کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی توہین کرتا ہے یا حقارت سے دیکھتا ہے ۔ تو وہ یہی کہتا ہے کہ فلاں نے میری توہین کی ہے ،میری بے عزتی کی ہے یا حقارت سے دیکھا جو کہ بہت بری بات ہے ۔ اس کے متعلق حکم ہے کہ اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کی ہنسی نہ اڑائے ۔ صرف اس ایک جملہ پر غور کرو اور آج دیکھ لو کہ ساری دنیا میں یہی کچھ ہو رہا ہے ۔

تمام افراد ایک دوسرے کا مذاق اڑا رہے ہیں ۔ قوم پرستی کے آثار ہیں ۔ ہر ایک یہی کہتا ہے کہ میرا قبیلہ فلاں قبیلے سے افضل ہے میں فلا ں سے افضل ہوں ۔ وہ نیچ اور ذلیل ہے میرے سامنے ہیچ ہے، وہ کسب گر ہے ۔ یہ سب غلط ہے ۔ لہٰذا کسی کی ہنسی مت اڑائیں ۔ یہاں قوم سے خطاب ہے کہ ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے اس فتنہ میں مسلمان بہت زیادہ گرفتار ہیں اور دنیا کی دوسری اقوام بھی اس فتنہ میں پھنسی ہوئی ہیں ۔ پٹھانوں میں تو یہ چیز سب سے زیادہ ہے اس کی زیادہ تفصیل نہیں بیان کی جارہی ورنہ آپ لوگ خفا ہو جائیں گے ۔

یہ سب کچھ غلط ہے آپ جس پر ہنس رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ آپ سے بہتر ہو۔آپ اگر ا س میں کسی بات کو ہیچ اور پست خیال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو افضل تو کیا تمہیں حقیقت حال کا پتہ ہے؟ ہو سکتا ہے اس میں خوبیاں اور کمالا ت آپ سے زیادہ ہوں اس لئے کسی کی ہنسی مذاق نہ اڑائیں۔ یہ بنیادی بات ہے لیکن آج ہماری رگوں میں یہ بات سرایت کر گئی ہے کہ ہم اس کے زیر اثر ہیں اور پٹھان تو اس میں سب سے آگے ہیں میں پٹھان ہوں اور یہ کون ہے ؟ یہ میری برادری سے نہیں ہے ۔یہ سب کچھ غلط

ہے۔گزشتہ سورت میں حمیت الجاھلیت بیان کیا گیا ہے ۔ مکہ کے لوگوں نے جب حضور ﷺ کو عمرہ سے منع کیا تواورکچھ بھی نہیں تھا بس یہی حمیت الجاہلیت یعنی جاہلیت کی ضد تھی کہ ہم افضل ہیں۔

اور دیکھیں ہنسی نہ اڑائیں عورتیں دوسری عورتوں کی ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بہتر و افضل ہوں ان سے ۔ یہاں یہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جب بھی کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو وہ عام بیان کی صورت میں ہوتا ہے لیکن یہاں پر عورتوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی دیگر اقوام مخلوط زندگی گزار رہی ہیں لیکن مسلمانوں کے معاشرے میں عورتیں اور مرد الگ الگ ہیں ۔ مخلوط کا تصور ہی نہیں لہٰذا حکم یہی آیا ہے کہ مرد دوسر ے مرد پر اور ایک عورت دوسری عورت پر نہ ہنسے۔ یہ نہیں کہا گیا ، کہ مرد عورت پر اور عورت مرد پر نہ ہنسے ۔ بلکہ اس کا ذکر بھی نہیں کیا گیا کیونکہ اسلام میں اس کا تصور نہیں اور یہ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ جس کا مذاق یہ اڑا رہے ہوں وہ ان سے افضل ہو ۔ اس کے کمالات اور لیاقت اس سے زیادہ ہوں ۔ اور طعنے مت دو۔ آپس میں ایک دوسرے کو ۔ پشتو میں اسے پیغور کہتے ہیں ۔ طعنہ دینے کی بہت سی اقسام ہیں ۔ تو یہاں پر فرمایا گیا کہ یہ لوگ طعنہ نہ دیں ایک دوسرے کو ۔ لفظی ترجمہ تو اس طرح کیا ۔ لیکن اصل الفاظ ہیں ۔ و لا تلمزوآانفسکم ایک دوسرے کو نہیں ۔ بلکہ طعنے نہ دے اپنے آپکو۔ یہ کیسے ؟ اپنے آپ کو طعنے کیسے ؟

پشتو کا ایک مقولہ ہے ۔ کہ تم کسی کی بری ماں کو گالی مت دو۔ وہ تمہاری اچھی ماں کو گالی نہ دے گا ۔ اگر تم نے کسی کو ماں کی گالی دی تو وہ بھی اس طرح گالی دے گا ۔ حدیث میں بھی ہم نے پڑھا ہے کے گالی مت دو والد کو۔ اب والد کو کون گالی دیتاہے ۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپ اگر کسی کے کو والد کو گالی دیں گے ۔ تو وہ آپکے والد کو گالی دے گا ۔ لہٰذایہ ایسا ہے کہ تم نے اپنے والد یا والدہ کو گالی دی۔ اس لئے کہ اگر آپ کسی کو طعنہ دیں گے تو وہ بھی آپ کو طعنہ دے گا ۔ کس شخص میں عیب نہیں ہیں ؟ کسی میں کم ہیں اور کسی میں زیادہ ۔ اور آپ تو ایک جنس سے ہو تو پھر طعنہ دینے کے کیا معنی ؟

اور ولا تنا بزو بالالقاب۔ اور استعمال مت کرو ایک دوسرے کیلئے برے القاب جیسا کہ ہم کہتے ہیں ۔ اے بڑھیا! او اندھے!او کالے ۔ یہ القاب استعمال نہ کرو جس سے دوسرا آدمی خفا ہوتا ہے ۔لیکن بعض الفاظ ایسے ہیں ۔ لیکن ظاہری طور پر تو وہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتے ۔ لیکن وہ الفاظ فخریہ ہوتے ہیں ۔ مثلاً ابو ہریرہ ہریرہ کہتے ہیں بلی کو یعنی بلی کا باپ ۔ حدیث میں تو آپ لوگ سن رہے ہوتے ہیں ۔ احادیث زیادہ تر حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہیں ۔ تو یہ ہتک یا حقارت نہیں ۔ اسی طرح بلید الکلب ، کلب کہتے ہیں کتے کو ۔ یعنی نام تھا ایک قبیلے کا ۔ اسی طرح اگر پشتو میں کسی کا نام ہے ماندہ ۔ تو ماندہ کہتے ہیں کمزور کو ۔ اگر یہ اس کا نام ہو اور اسی پر مشہور ہو تو یہ اس زمرے میں نہیں آتا لیکن اگر عیب کے طور پر کوئی نام کسی کیلئے حقارت سے استعمال کرو تو ایسامت کرو اس سے وہ آدمی خفا ہو جائے گا ۔دلوں میں خفگی اور پھر دشمنی پیدا ہو جائے گی ۔ پھر صلح کیلئے بھاگ دوڑ کرو گے ۔ اس طرح مشکلات میں پڑ جاؤ گے ۔ ایران عراق جنگ کی بنیاد کیا تھی ؟ یہی کہ عرب و عجم ! عرب ممالک کے

علاوہ ساری دنیا کو وہ عجم کہتے ہیں ۔ عجم کے معنی ہیں گونگے ۔ عرب بہت زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور ہیں ۔ لہٰذا باقی دنیا کو وہ عجم کہتے ہیں ۔ اسلام جب عرب میں پھیل گیا ان سب چیزوں کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن بعد میں جب عباسی اور اموی دور آیا تو انہوں نے پھر اس کو ہوا دی ۔

اور عجم کے لوگوں کو حقارت سے دیکھنے لگے ۔ وہ حاکم بنے اور یہ محکوم ۔ یہی چیزیں اسی طرح جاری رہیں اور آج بھی موجود ہیں ۔ یہ ایران عراق کی جنگ دراصل عجمیت اور عربیت کی جنگ تھی ان سب نے اسلام کے اس نکتہ کو چھوڑ دیا تھا ۔ دیکھو اس سے کتنے فتنے پیدا ہوئے ۔لہٰذا تم کسی کو برے لقب سے یاد مت کرو اور اگر اس طرح کرو گے تو یہ کام فاسق کا ہے ۔ فاسق فاجر اللہ تعالیٰ کا قانون شکن ہوتا ہے ۔اب جب تم ایمان لے آئے اور اس کے بعد دوسروں کی ہنسی مزاق اڑانے لگے ، طعنے دینے لگے ، تو تم فاسق ہو گے ۔ اب کیا ایمان کے بعد فاسق کا نام اچھا ہے ؟ نہیں ۔ اسی لئے فرمایا کہ بہت برا نام ہے فسق کا ، ایمان کے بعد ۔ اب کیوں؟ اس لئے کہ تم مومن ہو اور جب تم یہ گناہ کا فعل کرو گے ۔ تو مومن کی بجائے تم ایک فاسق گردانے جاؤ گے ۔ اب کیا یہ نام تمہیں پسند ہے ؟یقیناً نہیں۔دیکھو کتنے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں اس سے ۔ اور یہ سب مومنوں اور مسلمانوں کے معاشرہ میں ہیں ۔ اب اگرکوئی اس سے توبہ تائب نہ ہو ا تو وہ ظالم ہو گا ۔ دیکھو وہا ں فاسق کہا گیا اور یہاں ظالم کہا گیا ۔ اور ظالم لوگ کبھی بھی فلاح نہیں پاتے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَ يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ : اے ایمان والو! پرہیز کرو۔ بہت گمانوں سے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ۔اور جاسوسی مت کرو کسی کی ۔اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے ۔(اور اگر آپ کرتے ہیں) تو کیا تم سے کوئی اس کو گوارا کرے گا کہ وہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے ، بالکل نہیں ۔ کیونکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔(اب اس سلسلے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو ۔ (کوئی بات نہیں ابھی تک جوکچھ ہو چکا ہے وہ ہوچکا) اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اگر تم لوگ اپنی اصلاح کرو) تو وہ مہربان ہے۔

تشریح : یہاں اب گمان کے متعلق مفصّل بیان کیا جا رہا ہے۔ اے ایمان والو ! بچاؤ اپنے آپ کو بہت زیادہ گمانوں سے کثیرا من الظن کہا گیا ،یہ نہیں کہاگیا کہ بد گمانی سے بچو مطلق بدگمانی سے بچو بلکہ زیادہ گمانوں سے بچنے کی تعلیم دی گئی ۔ تھوڑا بہت گمان تو ضروری ہے ۔ جب آپ دکاندار سے سودا لیتے ہو تو تم پہلے اسے دیکھتے ہو یا نہیں؟ مثلاً جب تم چینی گھی یا آٹا لیتے ہو تو اس گمان پر ضرور دیکھتے ہو کہ اس میں ملاوٹ تونہیں؟ اگر اس طرح نہیں کریں گے تو آپکا نقصان ہو جائے گا ۔اب یہ بھی گمان میں آتا ہےلیکن اس حد تک یہ ٹھیک ہے ۔ یہ مسئلہ اب معاملات کا بھی ہے ۔آپ اگر آنکھیں

بند کر کے دکاندار کو پیسے دیں گے کہ فلاں چیز دو اور اسے نہ دیکھو تو وہ آپکی غفلت سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا اور آپکو خراب چیزنہ دےگا ۔ یہی وجہ ہے کہ جب دکاندار دور سے کسی مولوی کو دیکھے کہ وہ سودا خریدنے کیلئے آ رہا ہے تو بہت خوش ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ مولاناان چیزوں کو نہیں سمجھتے ۔ لہٰذا اسے جلدی سے اپنے دام حرص میں گرفتار کر لیتا ہے ۔ وہ بے چارہ تو کاروباری لوگوں کی طرح اس کو دیکھتا نہیں اور وہ اگر پانچ روپے کی چیز ہو تو سو روپے بول دیتا ہے ۔ معاملات پر تو یہ سمجھتا نہیں ۔ا ب اگر کاروباری آدمی ہو تو وہ اس چیز کی قیمت اسے دو روپے بتائے گا ۔ لہٰذا وہ سو سے نیچے آجاتا ہے ۔اور یہ دو روپے سے اوپر او ر اس طرح اس کی اصل قیمت پانچ روپے پر خرید و فروخت ہوتی ہے ۔

حضرت علیؓ کا مقولہ ہے الحزم سوء الظن یعنی محتاط رہنا سوء الظن ہے ۔ یعنی سوَ ء الظن کے معنی ہیں محتاط رہنا اس طرح کہ کوئی مجھے دھوکہ نہ دے سکے ۔ اس لئے قرآ ن نے ظن کثیر سے منع کیا ۔ مسلمانوں کو اس طرح رہنا چاہئے کہ نہ کسی کے دھوکے میں آئیں اور نہ کسی کو دھوکہ دیں ۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے المو من لایخد اولا یخدا مومن کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ نہ دھوکہ کھاتا ہے اور نہ دھوکہ دیتا ہے ۔ لیکن آج کے دور میں آدمی جتنا نیک اور پارساہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کو دھوکہ دیا جاتا ہے ۔ ان دکانداروں سے پوچھیں کہ یہ اس طرح کرتے ہیں یا نہیں ؟ وہ بیچارہ تو سمجھتا نہیں اور یہ اس کو ردی چیز دے دیتے ہیں ۔ لہٰذا مومن نہ دھوکے میں آتا ہے نہ دھوکہ دیتا ہے ۔ اس لئے مسلمانوں سے کہا گیا کہ زیادہ بدگمانی سے بچو اگر بہت زیادہ بدگمانی کرو گے تو تم ہر انسان میں عیب ڈھونڈنا شروع کرو گے اور یہ گناہ ہے ۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ظن المو من خیرا ما لم یری" مومن کا گمان دوسروں پر اچھا ہو گا اگر ایک دکاندار کوآپ نے پہلے دھوکہ فریب اور ملاوٹ پر نہیں دیکھا تو آپ اس پر زیادہ بدگمانی نہیں کریں گے اور اگر دیکھا ہو تو پھر کریں گے ۔ مومن کا گمان دوسرو ں پر اچھا ہونا چاہئے ۔ اس میں دونوں پہلوہوں ، کہ فلاں آدمی دھوکہ باز ہے؟ کہ نہیں دروغ گو ہے کہ نہیں؟ گناہگار ہے کہ نہیں؟ لہٰذا ایک مومن دوسرے پر اچھا گمان کرے گا جب تک کہ اس میں بدی کی علامات ظاہر نہ ہوئی ہوں ۔اور جب وہ برائیوں کو دیکھ لے مثلاً اس کا کاروبار ملاوٹ ہی ہے ، وہ رشوت لیتا ہے اور دوسروں کی حقارت کرتا ہے تو پھر اپنے آپ کو اس سے بچائے ۔

ولاتجسّسو۔ اور جاسوسی مت کرو جاسوسی دو قسم کی ہوتی ہیں (1) انفرادی (2) اجتماعی اگر دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو تیسرے آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان باتوں کو سننے کی کوشش کرے ۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی بدگمانی ہے حدیث میں آیا ہے کہ اگر دو آدمی باتیں کر رہے ہوں اس انداز سے کہ کوئی تیسرا وہ نہ سن سکے ۔ اسکے باوجود اگر تیسرا آدمی اس کی ٹوہ لگاتا ہے تو یہ جاسوسی کے زمرے میں آتا ہے ۔ اسی طرح نہ کسی کی غیبت کرے اور نہ کسی میں عیب نکالے ۔ بعض لوگوں کی عادتیں ہوتی ہیں کہ دوسروں کی ٹو ہ میں بیٹھے ہوتے ہیں ، لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت

کرتے ہیں ، اور پھر اس کو کمال سمجھتے ہیں اسلام کہتا ہے کہ کسی کی جاسوسی نہیں کرو گے اور نہ بعض لوگ بعض کی غیبت کریں گے ۔ یہ تو بات ہوئی انفرادی جاسوسی کی ۔ دوسری قسم اجتماعی جاسوسی کی ہے ۔ جو حکومت کرتی ہے ۔ تو یہ ٹھیک ہے کیونکہ اگر حکومت اپنے ملازمین اور رعیّت کی جاسوسی نہیں کرے گی تو نتیجہ برا ہو گا ۔ آج کل جو تحقیقاتی کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ رعیت کی جاسوسی کریں مختلف امور میں بے ایمانی کی اوردوسرے کاموں میں محکمہ پولیس بھی یہ کام کر رہا ہے ۔ اگر حکومت یہ نہیں کرے گی تو کس طرح باقی رہے گی ؟ لہٰذا اجتماعی جاسوسی منع نہیں آج کل محکمہ احتساب انہی اصولوں پر کام کر رہا ہے ۔ جو لوگوں کو برطرف کرتا ہے ۔ ان کے خلاف کیس بناتا ہے ۔ حدیث میں جساسہ کا لفظ آیا ہے ، یعنی دجال کی ایک صفت اس کی جاسوسی ہو گی ۔ آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم باتیں یہاں کرتے ہیں اور امریکہ میں اس کو ریکارڈ کیا جاتا ہے ۔ یہ لوگ جاسوسی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں اس دور میں اجتماعی جاسوسی کے بغیر کام مشکل ہے لیکن صرف اس شرط پر کہ وہ ملک اور قوم کی خیر خواہی کیلئے ہو۔ اگر حاکم بد خواہی سے جاسوسی کرے تو وہ بھی ٹھیک نہیں ہے بعض علماء جو کہ اجتماعی جاسوسی کی مخالفت کرتے ہیں ، وہ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک رات گشت پر نکلے تو ایک گھر سے موسیقی کی آوازآرہی تھی وہ دروازہ کھٹکھٹانے کی بجائے ، دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے ۔

دیکھا تو وہاں ایک آدمی بیٹھا شراب پی رہا تھا اور اس کے ساتھ ایک عورت بھی بیٹھی تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ " اے دشمن خدا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تو اس آدمی نے کہا ،اے امیر المومنین تھوڑا سا صبر کیجئے ۔ میں تو ایک جرم کر رہا ہوں اور آپ نے تین جرم کئے قرآن میں حکم ہے کہ جاسوسی مت کرو، آپ نے جاسوسی کی ۔ قرآن میں حکم ہے کہ گھر میں دروازے کے ذریعے داخل ہو جاؤ ، آپ دیوار سے کیوں پھلانگ کر آئے ۔ اب قرآن میں یہ بھی ذکر ہے کہ " اجازت لے کر اندر جایا کرو" آپ بغیر اجازت کے اندر کیوں آئے ۔ تو حضرت عمرؓ نے اس آدمی سے معافی مانگی ۔ اگر حضرت عمرؓ اس طرح نہ کرتے تو وہ لوگ برائی سے کس طرح منع ہو سکتے لہٰذا یہ دلیل نہیں ہو سکتی اگر حکومت جاسوسی نہیں کرے گی تو وہ ملزم کو کیسے گرفتارکرے گی ۔ دوسری بات یہ کہ وہ آدمی شراب پی رہا تھا ، شراب نوشی کو کس طرح چھوڑ دیا ؟ اس کے ساتھ عورت بیٹھی تھی اس کو کس طرح چھوڑ دیا ، لیکین یہ روایت کتابوں میں موجود ہے جو کہ تحقیق شدہ نہیں۔

اجتماعی جاسوسی انتہائی ضروری ہے ۔ جو کہ ایک قوم دوسری قوم کا اور حاکم رعایا کی ضرور کرے گی ۔ اگر اس طرح نہیں ہو گا توکیسے علم ہو گا کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے ۔ اسی طرح حکومت آمدنی کا گوشوارہ دیکھتی ہیں ۔ اور اس کے مطابق ٹیکس لگاتی ہے ۔اگر ان چیزوں کی وہ تحقیق نہ کرے تو خسارے میں ہو گی ۔اس لئے میرے نزدیک اجتماعی جاسوسی انتہائی ضروری ہے لیکن اس میں ملک و قوم کا فائدہ مد نظر ہو تاکہ قوم کے معاملات اور نظام ٹھیک ہو جائے۔ انفرادی جاسوسی منع ہے۔ میں

دیکھتا ہوں کہ اکثر دو آدمی کوئی بات کر تے جا رہے ہوتے ہیں اور تیسرا آدمی یہی شکایت کرتا ہے کہ انہوں نے مجھے کیوں باتوں میں شریک نہیں کیا؟ کیوں مجھے بات نہیں بتائی؟ یہ بیوقوف غلطی کر رہا ہے ۔ قرآن کی رو سے اس کا تو کوئی حق نہیں بنتا کہ اس طرح سوچے ، او ر اس کی ٹوہ لگائے ۔ یہ مرض بھی پٹھانوں میں زیادہ ہے ۔ ہر وقت یہی سوچتے رہتے ہیں کہ فلاں کیا کر رہا ہے کیوں کر رہا ہے ۔ کیا کہتا ہے کیا غرض ہے ، کیوں آیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اب اس سے اس کی کیاغرض اور کیا ضرورت ہے ۔ تو یہ ذکر ہوا انفرادی جاسوسی کا ۔ غیبت نہ کریں بعض افراد بعض کی یعنی دوسروں کی ۔ غیبت کا لفظ نکلا ہے غائب سے یعنی کسی کے بارے میں بات کرنا جبکہ وہ موجود نہ ہو ۔ حضور ﷺ نے غیبت سے منع فرمایا ۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ غیبت تو یہ ہے کہ ہم کہیں کہ فلاں آدمی چور ہے ، فلاں جھوٹا ہے یا وہ کسی کو قتل کرنے جا رہا ہے ۔ اب اگر کسی شخص میں عیب ہو اور بیان کیا جائے تو ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص میں عیب ہو اور اس کے کہنے پر وہ خوش نہ ہوتا ہو اور تم اس کی پیٹھ پیچھے بات کرو تو اسکو غیبت کہتے ہیں ۔ اور اگر اس میں یہ عیب نہ ہو تو اس کو تہمت کہتے ہیں ۔یہاں ایک شرط ہے ، اگر حکومت نے تم سے تحقیق کے طور پر یہ بات پوچھی ہو تو پھر کہہ سکتے ہو ۔ورنہ یہ کہنا کہ فلاں نے چوری کی ہے ۔ قتل کیا ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ اگر موقع اس طرح آیا کہ اس پر مقدمہ درج ہوا اور تم سے گواہی طلب کی گئی اور تم نے خود اس کو دیکھا ہو تو پھر تم گواہی کے طورپر کہہ سکتے ہو ۔ اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی میں عیب نہ ہو اور وہ تم کہو تو یہ بہتان (تہمت) ہے ۔اور اگر ا س میں یہ بات ہو اور وہ اس کے کہنے پر خوش نہ ہوتا ہو ،تو اس کو غیبت کہتے ہیں ۔

ایک دفعہ حضور ﷺ صحابہؓ کے ہمراہ جا رہے تھے ۔ صحابہؓ آپس میں کسی کا ذکر کر رہے تھے ۔ حضور ﷺ سن رہے تھے ۔ حکیمانہ انداز تھا ۔ جب آگے چلے گئے تو ایک مردہ کتا پڑا تھا (غالباً کتا یا بکری تھی) ۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کھاؤ اسے ، وہ حیرانگی سے بولے کہ حضور ﷺ ! یہ تو کتا ہے اور مردہ ہے ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت (غیبت) کھایا یہ اس سے تو بہتر ہے۔ اب وہ کتا ہو یا گدھا ہو یا بکری ہو بہر حال مردار تھا ۔ اپنے مردہ بھائی کے گوشت سے بہتر ہے ۔ تم جب اپنے کسی بھائی کی غیبت کرتے ہو تو اس طرح ہے کہ وہ مردہ ہے اور تم اسی کا گوشت کھا رہے ہو ۔ یہ اس لئے کہ وہ حاضر نہیں ہے اگر وہ موجود ہوتا تو اپنا دفاع کر لیتا اور تم اس کی غیر موجودگی میں اس کی غیبت کر رہے ہو ۔ اس لئے ایسی بات کہ اس پر تم خفا ہوتے ہو خواہ وہ عیب اس میں ہو غیبت کے زمرے میں آتا ہے اورا گر وہ اس میں نہ ہو تو اسے بہتان کہتے ہیں ۔ آجکل دیکھو کیا کچھ ہو رہا ہے ۔ بڑے بڑے پروپگینڈے ہو رہے ہیں ۔ یہ سب بری باتیں ہیں ۔ایحب احد کم کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ ۔ یہ تم پسند نہیں کرتے جب نہیں کرتے تو پھر غیبت کیو ں کرتے ہو ۔ تم اس کو ناپسند کرتے ہو حدیث میں اس پر بہت زیادہ وعیدیں آئی ہیں ۔ اور دیکھو اللہ تعالیٰ سے

ڈرو ۔ وہ ذات ان باتوں پر خفا ہوتی ہے ۔دوسرں کی بے عزتی نقصان اور توہین پر تو اللہ تعالیٰ خفا ہوتے ہیں کیونکہ الخلق عیال اللہ۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتے کہ ان کے مومنین کی بے عزتی ہو جائے ۔تو اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرو۔ اب چونکہ احکام ابھی آئے ۔ ابھی تک جو کچھ ہو اوہ خیر ہے ۔ اس سے توبہ کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواب ہے یعنی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ۔ التائب من الذنب کمن لا ذ نب لہ ۔ جو گناہ سے توبہ کر لے وہ اس طرح ہے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں ۔ اور وہ ذات رحیم ہے ۔ لہٰذا کسی کی غیبت ، جاسوسی ، توہین طعنہ زنی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا ۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآٮِٕلَ لِتَعَارَفُوۡا ‌ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے ۔ (مرد آدم اور عورت حواہے) اور پھر تم کو مختلف کنبوں اور قبیلوں یعنی مختلف قوموں اور خاندانوں میں بانٹ دیا ۔ صرف اس لئے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو ۔ (باقی فضیلت کے لحاظ سے) تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیز گار ہے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پورا خبر دار ہے (کہ کون متقی ہے اور کون متقی نہیں)

تشریح: سورہ کا بنیادی موضو ع معاشرے کے احکام ہیں ۔ ابھی تک لفظ یٰا یّھاالذیّن امنو ستعمال ہو رہا تھا ۔ اب لفظ یا یھا الناس استعمال ہو رہا ہے ۔ تمام مسلمانوں کو نہیں بلکہ تمام نوع انسانیت کو مخاطب کیا جا رہا ہے ۔ خواہ وہ مسلمان ہو کافر ہو یا ہندو ہو۔

ابھی تک تو معاشرے کے وہ تمام احکامات بیان ہوئے اور جو برے اعمال تھے ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ۔ اب ان تمام اصولوں کو مد نظر رکھ کر آج کے مسلمانوں کو دیکھو اور خود کہو کہ آج کا مسلمان کیا ہے ؟ جو صفات بیان ہوئیں کیا آج وہ مسلمان میں موجود ہیں ؟ اسلامی معاشرے میں برائی کی جڑ غیبت ،طعنہ زنی ، بغض ، کینہ ، شیخی و غرور اور اس کے ساتھ حقارت اور دوسروں کی ہتک ہے ۔ ا س کے علاوہ خود پسندی کی جڑیں اسی میں پنہاں ہیں ۔ اور یہ تصور کہ میں بہت بڑے خاندان سے ہوں میں سیّد ہوں، میرا رنگ سفید ہے، تمہارا رنگ کالا ہے میری قوم اچھی ہے اور تمہاری اچھی نہیں ، میرا قبیلہ تمہارے قبیلے سے اچھا ہے ۔ ان سب کو ہم " امتیازات" کہیں گے آج یہ سب امتیازات خداؤں کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں ۔ ہم نے قوم و ملک زبان اور رنگ کو آج دنیاوی خداؤں کا نام اور درجہ دیا ہے ۔ میں صرف مردان کا ذکر نہیں کرتا بلکہ پوری دنیا کا ذکر کر رہاہوں ۔ آج اگر پوری دنیا پر نظر ڈالیں تو ہر ایک نے اپنے لئے دنیاوی رب تلاش کئے ہیں ۔ اس حقیقی رب پر ایمان بہت کم لوگوں کا ہے ۔ آج قوم و ملک اور زبان و رنگ پر قومیں لڑ رہی ہیں ۔اور یہ تو حقیقت ہے کہ جس کیلئے تم لڑتے ہووہی تمہار ا مقصد ہے ۔ وہی تمہار ا معبود ہے ۔ اب جب تم ان تمام چیزوں کےلئے قربانی

دیتے ہو۔تو یہ سب تمہارے رب ہو گئے ۔ مقصودک معبودک۔ تمہارا مقصد تمہارا معبود ہے ۔ تم اپنے معبود کو پہچانتے ہو۔ جو تمہارا مقصد وہی تمہارا معبود ہے ۔ تم اس کو سمجھتے ہو یا نہیں۔

اتخذالہ ھو ھواہ۔ انہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا رب بنایا ہے اور اپنی خواہشات کے مطابق چلتے ہیں ۔ لا تعبد الشیطن۔ میں نے تم کو کہا ہے کہ شیطان کی عبادت مت کرو ۔ اب شیطان کو ہم نے دیکھا نہیں تو اس کی عبادت کے کیا معنی ! لہٰذا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے حکم پر چلنا ۔ یعنی اس کے حکم کے مطابق عمل کرنا ۔ اس طرح ملک و قوم و رنگ و نسل کے حکم اور تقاضا پر چلنا لہٰذا اس بنیادی مسئلہ کو قرآن نے یہاں بیان فرمایا۔کہ یہ سب امتیازیات اور اونچ نیچ کہاں سے پیدا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو تم سب کو ایک آدم اور حوا سے پیدا کیا ہے ۔ یہ تو ہوئی عہداً فرینش کی ابتداء پھر میں نے تم کو کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ، یہ صرف اس لئے کہ تم کم از کم ایک دوسرے کو پہچان سکو ۔تم ایک خاندان کے افراد ، ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ خواہ تم مشرق میں ہو یا مغرب میں جنوب میں ہو یا شمال میں اگر زمین کی سطح یا زیر زمین یا بالائے زمین سب ایک ماں باپ کی اولاد ہو ۔ اب یہ لڑائی کہاں سے آئی ؟ یہ تعلیم دنیا میں صرف اسلام کی ہے کسی اور مذہب کی نہیں نہ کسی اور ملک کی ۔یہ ہے انسانی مساوات ۔ باقی جو یہ آجکل کہہ رہے ہیں یہ سب جھوٹ ہے۔ جب انسانوں کی تعداد بڑھی تو وہ خاندان کنبوں اور قبائل میں تقسیم ہوئے اور اس طرح تمام ممالک آباد ہوئے ۔ اسی لئے تو مختلف ممالک آ ج یہ کہ رہے ہیں ۔ کہ میں عربی ہوں ،مصری ہوں، افغانی ہوں۔یہ عرب مصر افغان کوئی چیز نہیں لیکن یہ سب پہچان کیلئے ہیں ۔ اب دو آدمی ہیں دونوں کے نام زید ہیں ۔ اب ان میں تمیز اور فرق ضروری ہے ۔ مثلاً زید فلاں کا بیٹا فلاں قوم کا اور فلاں گاؤں کا ۔ یہ تقسیم کسی اور مقصد کیلئے نہیں لیکن تم لوگوں نے اسے اپنے خداؤں پر معمور کیا ۔میں عالم ہوں ، میں صوفی ہوں، میں پرہیز گار ہوں، میں حاجی ہوں بڑے خاندان کا ہوں، اور وہ کسب گراور نچلی ذات کا حقیر ہے ۔یہ سب اسی زمرے میں آتا ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا گیا کہ تم سب ایک آدم کی اولاد ہو ۔تم میں اگر قبائل و قوم کی تقسیم ہوئی ہےتو صرف پہچان کیلئے نہ کہ کسی اور مقصد کیلئے۔رہی عزت کی بات تو عزت مند اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ وہ جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہو۔ تقویٰ کے اصل معنی یہی ہیں۔ یہ عربی کا لفظ ہے اور اس کے دو معنی ہیں ۔ تم کسی راستے پر جا رہے ہو تمہاری نظر کمزور ہے اور آگے کوئی گڑھا آجائے تو پیچھے سے آپ کو ساتھی یہی آواز دے گا ۔اتقی اتقی۔ یعنی بچو بچو ۔ تقویٰ کے معنی ہوئے بچنا ۔ اس طرح اگر کوئی آدمی کوئی برا کام یا ظلم کرے۔ تو اس کو بھی کہا جاتا ہے ۔ اتقو اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو ۔ تقویٰ کے اصل معنی یہ دو ہیں باقی ہر جگہ اور موقع کے لحاظ سے اس کے معنی میں تبدیلی آتی رہتی ہے ۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور احکامات خداوندی کی خلاف ورزی سے بچو ۔ اب اگر کسی میں یہ صفت ہو ، وہ خواہ حبشی ہو لیکن حضرت عمرؓ اس کو آقا کہتے ہیں ۔ یعنی بلال حبشیؓ ۔ اگر وہ سلمان فارسیؓ ہوتو حضورؐ فرماتے ہیں ۔ السلمان من اھل البیت۔ سلمانؓ

تو ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ اسی طرح اور مثالیں ہیں۔اگر وہ غلام ہو اور بازار میں فروخت ہوتا ہو تو حضور ؐ اسے اپنا بیٹا بناتے ہیں لیکن آج ساری دنیا اس مرض میں مبتلا ہے اور کفار تو خصوصاً ایک کہتا ہے کہ یہ جرمن ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ فرانسیسی ہے ایک کہتا ہے کہ امیریکن دوسرا کہتا ہے کسی اور جگہ کااور ایک دوسرے کو نہیں مانتے ایک کہتا ہے مشرق کا ہے دوسرا کہتا ہے مغرب کا ہے ۔ لہٰذا سب نے وطن کا قوم کا رنگ و نسل کا مذہب لے لیا ہے ۔ اب مسلمانوں میں بھی یہ چیز عام ہے اگرچہ ان میں توحید باقی ہے ۔ تاریخ پر نظر دوڑاؤ تو یہی چیز عام تھی کہ اگر کوئی عالم روس سے روانہ ہوتا اوراندلس چلا جاتا تو وہاں بھی اس کا اعلیٰ عہدہ ہوتا ۔ اگر وہاں سے مصر چلا جاتا تو وہاں بھی اعلیٰ عہدہ ہوتا اور اگر شام اور ایران پہنچ جاتا تو وہاں بھی اس کی اعلیٰ شان ہوتی تھی۔اسی طرح اگر ہندوستان پہنچ جاتا تو وہاں بھی اس کی خوب عزت ہوتی تھی۔ نہ پاسپورٹ کی ضرورت تھی نہ رنگ ونسل کا فرق تھا ہر ملک اس کا ملک ہوتا یہ وہ اسلامی تعلیم تھی ۔ اسی لئےکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا یہی ایک سبب ہے۔ یعنی تقویٰ ۔ باقی سب برابر ہیں ۔ اس لئے اگر تم کسی کو ہتک اور حقارت سے دیکھو گے تو جان لو تم حقارت سے اپنے آپ کو دیکھتے ہو ۔ ان اللہ علیم خبیر تم دوسروں کو حقارت سے کیوں دیکھتے ہو یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز ہے یا تم۔اللہ تعالیٰ خبر دار ہے ان سے ، اس میں اب بہت لمبا مضمون پوشیدہ ہے ۔یہ خاصہ ہے اسلام کا ، اسلام اس کا قائل ہے کافر بھی اس کے قائل ہیں ۔ اسلام نے مساوات کی جو تعلیم پیش کی ہے وہ ابھی تک کوئی قوم پیش نہیں کر سکی۔ ایام حج کو دیکھئے کیا سبق دیتے ہیں ۔ کفار یونہی دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے چاند کو مسخر کیا ۔خلا کے چپے چپے کو چھانا ان سے کہو کہ اس طرح کا مظہر پیش کریں ۔ تم لوگوں کو تو علم نہیں لیکن کفار ان سے واقف ہیں وہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ مشرق مغرب شمال اور جنوب کے تمام مسلمان ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں خواہ وہ روس کا مسلمان ہو یا امریکہ کا ۔ ویسے تو ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں لیکن یہاں ایک ہیں ۔ یہ عملی مظہر ہے مساوات کا جو ابھی تک کوئی قوم پیش نہیں کر سکی لہٰذا کافروں کو یہ فکر دامنگیرہوتی ہے کہ اگر یہ لوگ متفق ہو گئے تو یہ ساری دنیا پر قبضہ کر لیں گے۔ اتحاد تو ایک قوت ہے ۔ یہ تو غافل ہیں اس بڑی نعمت سے ، مٹی کا ٹیلہ ہے ۔ مٹی کےذرات اکھٹے ہوتے ہیں اور ٹیلہ بنا دیتے ہیں ۔ اور اسی ٹیلے سے دوسرے ٹیلے ۔ اسی طرح چھوٹے ذرات یعنی ٹکڑوں میں تقیسم کئے جاتے ہیں ۔ اس لئے اگر اتحاد ہو گیا تو یہ ایک بڑی قوت ہو گی ۔ یہ مسئلہ میں نے مجمل بیان کیا ۔ ورنہ اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے ۔اس لئے کسی کوحقارت سے نہ دیکھا کرو۔یہ سفید ہے ، یہ کالا ہے ، یہ پنجابی ہے ،یہ سرحد کا ہے ، یہ عرب ہے ،یہ عجم ہے ،یہ فلاں خاندان سے ہے اور وہ فلاں خاندان سے ہے ۔ یہ سب باتیں فضول اور واہیات ہیں ۔ لیکن ایک بات ہے اور ہو سکتاہے کہ کوئی اس میں اختلاف کرے ۔یہ تو اسلامی تعلیمات ہیں ۔ فقہ کا مسلہ ہے کہ جب کوئی شادی کرتا ہے تو باوجود زیادہ تعلیم کے ہم کف کو دیکھے۔ مساوات ، اپنے خاندان کے مساوی خاندان کو دیکھو گے ۔ اور اس کے ساتھ

شادی کرو گے اور یہاں تک یہ بات معلوم ہے کہ اگر خاندان والے اس شادی کو توڑنا چاہیں جو غیر ہم کف میں کی گئی ہو تو توڑ سکتے ہیں ۔یہ کیوں ؟ یہ تو متضاد باتیں ہو گئیں ۔ متضاد نہیں ۔مساوات کے یہ معنی نہیں ۔ اصل بیان تو اخلاق کا ہو رہا ہے ۔ بعض خاندان یا قومیں ا س طرح ہوتی ہیں ان میں بد اخلاقی یا کمزوری اوائل سے چلی آرہی ہوتی ہے ۔ یہ اخلاق پورے خاندان میں موجود ہوتے ہیں ۔ اسی طرح اگر خاندانی لحاظ سے اچھے اخلاق کے حامل ہوں جب ان میں آپس میں میل ملاپ ہوتا ہے ۔ تو اچھا ہوتا ہے ۔ بعض لوگ جاہل اور بے علم ہوتے ہیں ۔ اسی طرح بعض میں ایک رسم ہوتی ہے اور بعض میں دوسری یعنی رسمیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ بعض کی عادات ایک طرح ہوتی ہیں اور بعض کی دوسری طرح ۔ یہ قدرتی اختلاف ہے ۔ اب اگر ایک قبیلہ ہے اور اس میں رہنے سہنے اور شادی غمی کی رسومات ایک طرح ہوں اور دوسرے قبیلے خاندان کے رسم و رواج مختلف ۔ اب اگر یہ آپس میں رشتہ کریں تو اب کونسی رسم گھر میں چلائی جائے گی ۔ ان میں اختلاف ضرور ہو گا۔ اس لئے فرمایاکہ جب رشتہ کر و تو ایک خاندان ایک قوم اور ایک ہم کف سے کرو تاکہ تمہارے اخلاق رسم و رواج اور عادات ایک طرح ہوں تاکہ کل بے اتفاقی پیدا نہ ہو ۔ یہ اس لئے فرمایا ۔ ورنہ کوئی اور مطلب نہیں ۔حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں شریف وہ ہے ۔ جو جہالت میں شریف رہا ۔ اسلام لانے کے بعد شریف رہا ۔ یعنی جہالت میں بھی اخلاقی لحاظ سے ا چھا رہا تھا اور اسلام جب لے آیا تو اسلام سیکھا اور شرافت اسی طرح برقرار رہی ۔ یعنی پہلےسے شرافت خاندانی لحاظ سے تھی ۔اسی طرح بعض خاندانوں میں بہادری جوانمردی اور سخاوت تو موجود تھی ۔لیکن جب اسلام قبول کیا تو یہ چیزیں تو ان میں پہلے سے موجود تھیں۔ لیکن اب اسلام بھی قبول کیا ۔ سیکھ لیا، یعنی اس پر عمل پیرا ہو گیا۔ جب اسلام سیکھا تو متقی ہوا اور جب تقویٰ حاصل کیا تو اخلاق بلندی پر پہنچا ۔ ہم تو قدر بلند اخلاق کی کرتے ہیں ۔ خواہ وہ کسی بھی قوم سے اسے حاصل ہو ئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس تو علم کی قدر ہے ۔ لہٰذا جس کے ساتھ یہ ہو گا ۔ قابل قدر ہو گا ۔ یہ تو معمولی تفصیل تھی اس مسئلہ کی ۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰـكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: یہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔(اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن ہاں تم یہ کہو۔ کہ ہم مطیع (تابعدار) ہو گئے ۔ اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اور اگر تم (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو ۔ تو تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہیں کیا جائیگا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح : اب یہاں ایک اور مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے ۔ فتح مکہ سے پہلے تو تبلیغ ہو رہی تھی ۔ باہر تو دنیا کو بہت سے وفود بھیجے گئے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد لوگ خود بخود جوق در جوق مشرف بہ

اسلام ہونے لگے کبھی ایک وفد آجاتا ۔ کبھی دوسرا وفد ۔ سب اسلام میں شامل ہونے لگے ۔ جب کبھی کوئی تحریک کامیاب ہو جائے تو سارے لوگ اس تحریک میں شامل ہونا شروع ہو جاتے ہیں ۔ اس تحریک سے محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے بچاؤ اور نفع کیلئے یہ سب کچھ کرتے ہیں ۔ اسی طرح جب اسلامی حکومت قائم ہو گئی توعرب کے مختلف وفود اور بدویعنی دیہاتی لوگ آئے اور مسلمان ہوئے ۔ اسلام کی تعلیم انہوں نے ابھی پورے طور پر نہیں اپنائی تھی ۔بس اتنا کہتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں ۔ اسلام کا مطلب تو یہی ہے کہ نماز، روزہ ، حج ، زکوٰۃاور کلمہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح زندگی میں لایا جائے۔ ان کا مطلب تو یہی ہوتاتھا ۔ کہ یہ کہہ کر ہم مسلمانوں کے حملوں سے بچ جائیں اور مال غنیمت میں کچھ حصہ مل سکے ۔ اب وہی مسئلہ بیان ہو رہا ہے ۔ بعض دیہاتی یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ۔ دیہاتیوں میں تو اچھے اور بڑے عالم بھی تھے اس لئے فرمایا ۔ کہ بعض دیہاتی یہ کہتے ہیں ۔ ایمان تو دل کی حالت ہے۔ یقین ہے۔ حالانکہ یہ تو ابھی اسلام سے بے خبر ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو بتائیں ۔ کہ ابھی مومن نہیں ہوئے ہو ۔ بلکہ اس طرح کہو کہ اسلمنا ہم نےا طاعت قبول کی ۔ ہم نے سر جھکایا ۔ اور اسلامی رعایا میں شامل ہوئے ۔ ہم نے اسلامی حکومت کو تسلیم کیا ۔ ماننا تو ظاہری چیز ہے ۔ یعنی تابعداری اور جہاں تک ایمان کا تعلق ہے ۔ ان کے دلوں میں داخل نہیں ہو ا ہے ۔ ایمان کب داخل ہوتا ہے ۔ اب ایک نکتہ یہاں بیان ہوا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہو اہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ۔ اور ان کو کہا جارہا ہے ۔ کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے ۔ ایمان تو چیز ہے دل کی ۔ اسلام کو تو ابھی انہوں نے دیکھا نہیں ۔ یعنی اس کا مطالعہ نہیں کیا ہے ۔ مسلمانوں نے فتح حاصل کی ۔ لہٰذا یہ آئے اور شامل ہو گئے ۔ اب ایمان تو یقین کو کہتے ہیں جو کہ ان کو حاصل نہیں ہو اسی طرح تم لوگ بھی کہتے ہو کہ قرآن پر ہمارا ایمان ہے ۔ اب جبکہ قرآن کو دیکھا نہیں، اسکو پڑھا نہیں ، اس پر یقین نہیں کیا تو ایمان کیا ہے ؟ایمان کہاں سے آیا ؟ عرب کو چھوڑو ۔ اپنی مثال لو ۔ ہمارے اس کہنے پر کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ یہی کہیں گے کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو ۔ بلکہ اسلامی معاشرے اور ماحول میں رہتے ہو ۔ اس لئے اپنے آ پ کو مسلمان کہتے ہو ۔اگر تم کسی اور قوم میں ہوتے تو وہی راستہ اختیار کر لیتے تم نے اسلام کو دیکھا کب اور اس کی تعلیمات کو کب سیکھا ۔سمجھ گئے ۔ قرآن آج ہمیں یہ بہت کچھ کہہ رہا ہے ۔ جس طرح انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کو فرمایا گیا کہ ایمان جو کہ باطن کی چیز ہے ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ۔ اسی طرح آج ہم بھی اسلام سے بے خبر ہیں ۔ آج جبکہ دوسرا پیغمبر نہیں آسکتا کہ ہمیں یہ کہے ۔ لہٰذا موت کے بعد جب پوچھا جائے گا ۔ کہ کون ہو ۔ ہم کہیں گے ۔ کہ جی مسلمان ہوں ، مومن ہوں ۔ ان کا جواب یہی ہو گا کہ اس طرح مت کہو ۔کیا تم نے قرآن دیکھا تھا؟ اس پر عمل کیا تھا ؟ تم نے سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا تھا ؟ کیا تم اسلام کو مکمل طور پر جانتے ہو ۔ تو قبر میں جب نکیر منکیر تم سے پوچھے گا ۔ کہ من ربک ۔ مادینک۔ من رسولک ۔ تو تمہاراجواب یہی ہو گا ھا ھا لا ادری

(ھا ھا ھا مجھے معلوم نہیں) ۔ جب وہ پہلا سوال کرے گا ۔ من ربک ۔ کہ تمہارا رب کون تھا ۔ تو یہ حیران ہو جائے گا ۔ کہ کیا جواب دے ؂میرا رب تو دولت تھی ۔ بچے تھے ۔ ملک تھا اب کیا جواب دوں ۔ اسی طرح پوچھا جائے گا ۔ کہ من رسولک۔ تمہارا نبی ؐ کون تھا ۔ تو وہ حیرا ن ہو گا کہ کیا کہوں۔ کس کو کہوں ۔ قیوم خان کہوں ۔ غلام محمد کہوں ۔ یہ تو اس کے لیڈر تھے ۔اس کے نبی تھے ۔ کیونکہ ان کہ اطاعت کی ۔ اس کا جواب آخر میں ہو گا۔کہ ھا ھا ھا لا دری۔ اسی طرح پوچھا جائے گا ، ما دینک۔ تمہارا دین کون سا تھا ۔ اب دین تو اس کا رسم و رواج تھا ۔ جو اور لوگ کرتے تھے ۔ وہ یہ بھی کرتا تھا ۔ لہٰذا اب وہا ں تو سچ بولے گا ۔ تو کہے گا ۔ ھا ھا ھا لا دری ۔ سمجھ گئے ۔ یہ سب ہم سے قبر میں پوچھا جائے گا ق ۔ اب یہ نہیں تو کون ہے ؟ وہا ں تو وہ چیز حقیقت ہو گی ۔ جو تم پہلے مانتے تھے ۔ دنیا میں تو تم اس طرح زندگی گزار رہے تھے ۔ لہٰذا تمہارا علم ایمان ، نبی اور دین کے متعلق کیا ہوا۔ دیکھ لیا قصہ تو دیہاتیوں کا ہو رہا تھا ۔ لیکن حالات ہمارے ہیں ۔ امید ہے تھوڑا بہت سمجھ گئے ہو گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ ان تطیعواللہ۔ اگر تم نے اطاعت کی اللہ کی اوراس کے رسول کی اب اطاعت کے احکام معاشرے میں بیان ہوئے ۔ جس بد اخلاقی کا ذکر قرآن نے کیا ۔   وہ سب آج ہم میں موجود ہے ۔ تو پھر اطاعت کہا ں سے آئی ۔ اسلئے اگر حقیقی معنوں میں تم لوگوں نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی ۔ جو کچھ تم نے دنیا میں کیا اسی طرح ہو گا ۔ تم نے تو ذاتی عناد کی پیروی کی اور اس کو اپنا خدا بنایا ۔تمہیں اس کا علم تھا یا نہیں پہلے تمہیں اس کا علم نہیں تھا اب تو تمہیں معلوم ہو گیا لہٰذا صیحح اسلام سیکھو اور نبی کی پیروی کرو ۔ اگر اس طرح کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ میں غفور ہوں میں تو بخشنے والا ہوں ۔ جب تم نے اپنی رائے تبدیل کر لی صرف رسمی مسلمان نہ ہوئے اور پیدائشی مسلمان نہ ہوئے تو پھر میں تمہارے سب گناہ معاف کردوں گا ۔

اب تم اپنی اس باقی زندگی کی اصلاح کرو ۔ قصہ تم لوگوں کا ہو رہا ہے جب یہاں سے فارغ ہو جاؤ اور گھر چلے جاؤ تواللہ کے سامنے دو رکعت نفل پڑھ لو۔ اور وعدہ کرو کہ اے اللہ تعالیٰ اس غلط زندگی سےمیری توبہ ہے ۔ اب غلط روش کی بجائے میں حقیقی اسلام کی پیروی کرونگا ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دیں گے ۔

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَجٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ :   مومن تو بس وہی ہیں۔ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر اور پھر ان (کے احکام کی اتباع) میں شک نہیں کیا۔ (اور صرف اس پر نہیں) بلکہ خوب جدو جہد کی اپنے اموال کو خرچ کرنے میں اور اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ۔ تو یہی لوگ سچے (مومن) ہیں۔

تشریح: حقیقی مومن کون ہے ؟ اس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے ۔انماالمؤ منون۔ انماعربی میں تاکید اور کسی بات پر زور کیلئے آتا ہے ۔ یعنی مومنین تو فقط وہ لوگ ہیں ۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر یقین کیا اور اس کے رسول پر یقین کیا ۔اور پھر اس میں شک نہ کیا ۔ تو واقعی رب تو رب ہے ۔ زمین و آسمان کا خالق ہے ۔ وہ میرا رب ہے ۔ کس طرح رب ہے؟ اللہ تعالیٰ تو میرا پروردگا ر ہے اس کے آگے تو میں سربسجود ہوتا ہوں ۔ لیکن اگر بھوکا ہو جاؤں تو پھر چوری بھی کروں گا جھوٹ بھی بولوں گا کیونکہ اس کے بغیر گزارا نہیں ۔ تو خود سوچو اب تمہارا رب کو ن ہوا ۔

اللہ تعالیٰ یا دنیا !حقیقت تو یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو پھر کسی اور کی ضرورت نہ رہی ۔ اب اگر تکالیف اور مشکلات آئیں گی تو وہ تمہاری کامیابی کیلئے ہوں گی اور صرف اس پر بھی نہیں بچ سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد پھر اس میں کسی قسم کاشک نہ کرے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی خوب قربانی کرے ۔ خوب جدو جہد کرے جب بھی ضرورت پیش آئے ، تو جان کا نذرانہ بھی پیش کرے اور مال کا بھی ۔ اب صرف یہ زبانی مومن نہیں بلکہ سچا مومن ہے ۔ اس طرح پہلے پارے میں ہے۔

"ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخروماھم بمومینین" یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر گو کہ یہ مومن نہیں ہیں ۔

اصل مومن تو وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر یقین کا مل کیا اور پھر اس کے احکام پر کسی قسم کا شک نہ کیا ۔ اور اس کے ساتھ کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ تو تم سچے مومن ہو۔

قُلۡ اَتُعَلِّمُوۡنَ اللّٰہَ بِدِیۡنِکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۶﴾

ترجمہ : آپؐ کہہ دیجئے ۔ (ان دیہاتیوں کو) کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو ۔ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے ہر چیز کا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبر دار ہے ۔

تشریح: پرانے زمانے میں ا س طرح ہوتا تھا کہ جب کوئی بچہ کسی دیہات سے علم سیکھنے کے لئے مدرسہ روانہ ہو جاتا تو جانے سے پہلے وہ اپنے استا د کو خوب گالیا ں دیتا اور یہ کہتا کہ جب میں مدرسے جاؤں گا پھر تواس کی شان میں کچھ بھی نہ کہہ سکوں گا ۔ آجکل کیا ہوتا ہے ۔ آدمی آجاتا ہے ۔ شاگرد ہو جاتا ہے ۔ اور پھر شکوے کرتا ہے ۔ میں تو شاگرد ہوا ۔ میرا فلاں کام کیوں نہ ہوا ؟ مجھ پر یہ سختی اور تکلیف کیوں آئی؟ تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اورا س کے نائبین یعنی اساتذہ پر اپنا دین یا ایمان جتاتے ہیں ۔ دیہاتیوں کا ذکر یہاں ہو رہا تھا ۔ ایک تو حضور ﷺ کی مکی زندگی تھی ۔ وہاں تو حضور ﷺ تبلیغ کرتے تھے اور لوگ گالیاں ۔ بکواس کرتے اور برا بھلا کہتے تھے۔ پھر جب مدینہ آئے تو جہاد شرو

ع ہوا جب مکہ فتح ہوا تو پھر لوگ مختلف وفود کی شکل میں خود بخود آتے تھے ۔ ان قبائل میں سے ہر ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ؐ کے ساتھ فلاں قوم نے جنگ کی تھی اور وہ مسلمان ہوئے آپؐ نے فلاں قوم کو تبلیغ کی تھی اور وہ مسلمان ہوئے ۔ اورہم تو بغیر جہاد و تبلیغ کے مسلمان ہوئے اس لئے ہم بڑے لوگ ہیں ہمارے حقوق زیادہ ہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسولؐ کہہ دیجئے ان لوگوں کو کہ کیا یہ جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوئے ۔اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمینوں میں ہے اور تم کس طرح مسلمان ہوئے تمہیں تو پہلے موقع نہیں ملا اب اگر تم مسلمان نہیں ہو گے ۔ تو کیا کرو گے ! تمہارے لئے تو اب دوسراراستہ ہے ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبر دار ہے ۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ : احسان جتاتے ہیں آپؐ پر کہ ہم اسلام لائے ہیں (ہم مسلمان ہوئے ہیں)کہہ دیجئے کہ مجھ پر اسلام لانے یعنی مطیع ہونے کا احسان مت جتاؤ ۔ بلکہ احسان کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی ۔ اگر تم سچے ہو (دعویٰ ایمان) میں

تشریح : اور احسان جتاتے ہیں یہ لوگ آپؐ پر کہ ہم اسلام لائے ہیں ۔ بغیر جنگ و جدل کہ تمہارے ساتھ شامل ہو گئے ۔ تمہارے شاگرد ہوئے یا تمہارے مرید ہوئے اور تمہاری حکومت مان لی ۔ کہدو ان لوگوں کو کہ مجھ پر اسلام لانے یعنی مطیع ہونے کا احسان مت جتاؤ ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا تم پر کہ تم لوگوں کو ہدایت کی اور ایمان لانے کا موقع دیا ۔ اس طرح کہ آسانی سے اسلام قبول کیاگیا ۔ مکہ میں جو لوگ ایمان لائے تھے ان پر کتنی تکالیف اور مصیبتیں آئی تھیں۔مدینہ میں جب جہاد ہو رہا تھا تو کیا حالت تھی! تم لوگوں کو توبآسانی موقع ہاتھ آیا ۔ اس لئے اپنے ایمان کو مت جتاؤ کہ میں مسلمان ہوں اور یہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا یہ مقصد پورا کیوں نہ کیا میری دعا قبول کیوں نہ ہوئی ؟ نہیں یہ سب غلط ہے ۔ اگر تم سچے ہو تواللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا احسان مانو کہ تم لوگوں کو حق راستہ دکھایا گیا آسانی سے اور بغیر تکلیف کے ۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کو علم ہے ۔ بے شک آسمانوں اور زمینوں کی مخفی چیزوں کا اور وہ دیکھتا ہے ۔ ان سب (اعمال کو) جو تم کرتے ہو ۔

تشریح : اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے ان مخفی چیزوں کا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے ان سب اعمال کو جو تم کرتے ہو ۔ یہ تو حالات کا تقاضا اس طرح تھا کہ تم ایمان لے آئے ۔

خلاصہ : خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اسلام ، اپنے دین اور اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ ، رسول اور اساتذہ پر مت جتائیں ۔ نماز کیا ہے اور آپ کو عبادت کی توفیق کس نے دی ہے ! حقیقت میں بندہ کچھ نہیں کر سکتا یہ تو اس ذات نے توفیق دی ہے ۔ جب آپکو آسانی سے دین کی معرفت دی اس کی توفیق دی قرآن کی سمجھ دی اور اس پر عمل کی توفیق دی تو اس کو اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھیں اگر اللہ تعالیٰ یہ توفیق نہ دیتے تو ہم کیا کر سکتے تھے ! سورت ختم ہوئی ۔ اب اپنے ایمان کو ٹٹول کر دیکھیں ۔ یہ سب اسلامی معاشرے کے احکام تھے ۔ اگر کوئی غلطی یا کمی ہو تو اس کو دفع کریں اور صیحح مومن بن جائیں۔